

خطباتِ ممتازِ ملت

سلسلہ نمبر 2

طبقاتِ صوفیاء

﴿ باعتبار عادات و اطوار ﴾

از افادات

مولانا سید شاہ محمد ممتاز اشرفی

تاریخِ خطاب: 16 جنوری 2010ء بروز ہفتہ

﴿ نوٹ ﴾

2010ء میں عرسِ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

کے موقع پر یہ خطاب فرمایا تھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از افادات: _____ مولانا سید شاہ محمد ممتاز اشرفی

مہتمم دارالعلوم اشرفیہ رضویہ گلشن بہار اورنگی کراچی

عنوان خطاب: _____ طبقاتِ صوفیاء باعتبار عادات و اطوار

ضبط تحریر: _____ ڈاکٹر معراج خالد اشرفی

پروف ریڈر: _____ مولانا محمد مہتاب عالم اشرفی

کمپوزر: _____ حافظ محمد ممتاز علی اشرفی

ناشر

ادارہ دعوتِ قرآن

مرکزی دفتر

دارالعلوم اشرفیہ رضویہ گلشن بہار اورنگی کراچی

فون نمبر: 0333. 2351135

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۷	صوفیاء کا پہلا طبقہ	۱
۹	تجتل کا مفہوم	۲
۱۲	تجتل کی دو مثالیں	۳
۱۳	تجتل اور حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ	۴
۱۵	حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ	۵
۱۶	لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے کی فضیلت	۶
۲۲	پہلی بات	۷
۲۲	دوسری بات	۸
۲۳	تیسری بات	۹
۲۵	صوفیائے کرام کا دوسرا طبقہ	۱۰
۳۰	راہ سلوک کے منازل	۱۱
۳۱	مقام مشاہدہ اور حضرت مخدوم	۱۲

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ
بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ
يُضِلِّهِ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. وَنَشْهَدُ أَنَّ
سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ. أَمَّا بَعْدُ

فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَادْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا. رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا. (سورة الزمل آیت نمبر ۹، ۸)

ترجمہ: اور اپنے رب کا نام یاد کیجئے اور عبادت کیلئے اپنے آپ کو اچھی طرح الگ کر لیجئے۔
مشرق کا رب اور مغرب کا رب، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ، پس اسی کو نگہبان بنائیے (اشرف البیان)

صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمِ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْتَأْئِلُ النَّاسَ
حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةٌ لَحْمٍ
وَ فِي مَقَامٍ آخَرَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قَيْلَ وَ قَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَ كَثْرَةَ
السُّؤَالِ. (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فِي شَأْنِ حَبِيبِهِ ﷺ مُخْبِرًا وَ أَمْرًا

إِنَّ اللَّهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا
تَسْلِيمًا.

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ

أَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ.

الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ

حمد و صلوة کے بعد آج ہم سب ایک انتہائی مبارک، مقدس اور متبرک محفل پاک میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کی برکات کے حصول کی خاطر بیٹھے ہیں اور الحمد للہ علی احسانہ آج کا یہ مجمع اور لوگوں کے چہروں کا سُورہ میں بتا رہا ہے کہ آج اس محفل پاک پر حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کی خاص نظر ہے۔

وقت تو بہت زیادہ ہو رہا ہے، میں وقت کی پابندی کرتا ہوں، میرا ارادہ تھا کہ پروگرام سے رات ساڑھے بارہ بجے تک فارغ ہو جاؤں لیکن اس وقت جب کہ میں تقریر کرنے بیٹھا ہوں، رات کے ساڑھے گیارہ کا وقت ہو رہا ہے۔ اب آپ کا ذوق جو کہے گا میں وہی کروں گا یعنی ساڑھے بارہ کا وقت میرا رہے گا اور ساڑھے بارہ کے بعد آپ کے ذوق کا وقت رہے گا۔

مجھ سے قبل انجی محترم مولانا محمد کامران قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے ایک فاضلانا خطاب سماعت فرما رہے تھے۔ جنہوں نے حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمۃ کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی، اور الحمد للہ عوام کیلئے پُر مغز تقریر تھی اور اس میں بہت کچھ آپ کو سیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا ہوگا۔

اس وقت اسٹیج پر محدّد علمائے کرام بیٹھے ہیں، ہر ایک کا نام الگ الگ لیا جائے تو میری تقریر کا وافر حصہ ان کے نام بتانے پر صرف ہو جائے گا، لیکن دور دراز سے ایک نئے مہمان جو پہلی مرتبہ اس پروگرام میں شرکت کر رہے ہیں اور اورنگی ٹاؤن ایک نمبر سے تشریف لائے ہیں یعنی مولانا عاشق حسین سعیدی صاحب، اور الحمد للہ وہ آپ کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں کہ اشرفیوں کے اندر کیا نظم و ضبط ہے اور پروگرام میں آنے کا کیا شوق ہے۔ یہ آپ نے پہلا تاثر ان کو دیا

ہے۔ الحمد للہ یہ تاثر ان کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ (ان شاء اللہ) ان کے علاوہ دیگر مہمان ذی وقار بھی تشریف فرما ہیں، وہ سب اسی وجہ سے آئے ہیں کہ مخدوم پاک علیہ الرحمہ کے نام کی محفل ہے، اس محفل میں چلیں تاکہ ہماری وابستگی کا اظہار ہو جائے۔

اس عظیم الشان محفلِ پاک کے انعقاد کرانے پر ہم سب تہہ دل سے عبدالغفار قریشی اشرفی (مرحوم) کے صاحبزادگان کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں اور بالخصوص بڑی محنت اور کاوش کے ذریعے اس محفلِ پاک کو سجانے کا سہرا جن کے سر ہے وہ ہیں عبدالحق اشرفی صاحب..... انھیں بھی ہم مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

ان چند تمہیدی کلمات کے بعد میں آپ حضرات کے سامنے جس عنوان پر خطاب کرنے کیلئے جا رہا ہوں، یہ ایک اعتبار سے نیا عنوان بھی ہے اور ایک اعتبار سے آپ کا سنا ہوا عنوان بھی ہے۔ زاویے مختلف ہیں۔

میں آپ کے سامنے جو وقت میسر آئے گا اس وقت میں ”طبقاتِ صوفیاء باعتبار عادات و اطوار“ کے عنوان پر خطاب کروں گا۔ مخدوم پاک علیہ الرحمہ کی تعلیمات کی روشنی میں زیادہ تر گفتگو ہو گی۔ اس عنوان میں ہمیں سوچنے کا بہت سا موقع ملے گا، اور اصلاحِ عمل کے بہت سارے مواقع میسر آئیں گے، میں ساتھ ساتھ حوالہ دیتا چلوں گا۔

مخدوم پاک علیہ الرحمہ کے مکتوبات اشرفی میں ۳۳ واں خط جس میں شیخ رکن الدین شہباز نے مخدوم پاک کو لکھا کہ حضرت طبقاتِ صوفیاء کے بارے میں بتائیے کہ صوفیاء کے طبقات کتنے ہوتے ہیں اور ان کے عادات و اطوار کیا ہوتے ہیں۔ حضرت نے اس خط میں اس کا جواب دیا۔ اس خط کے مضمون کو لے کر قرآن و حدیث سے مطابقت کرتے ہوئے میں آپ کو بتاؤں گا تاکہ ہمارے اور آپ کے سامنے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے کہ صوفیائے کرام کا عمل، صوفیائے کرام کا قول، قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہوتا، جب میں یہ آپ کے

سامنے پیش کرونگا تو آپ خود یہ اندازہ کیجئے گا کہ بظاہر آپ کو یہ لگ رہا ہے کہ صوفیائے کرام نے ہمیں جو کام کرنے کا حکم دیا ہے یہ تو قرآن کے خلاف ہے..... ہمیں تو لگتا ہے کہ یہ کام حدیثِ مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ہے لیکن جب میں مطابقت ساتھ ساتھ بیان کروں گا تو خود اندازہ کر لیجئے گا۔

صوفیائے کرام کا پہلا طبقہ

حضرت کو جب انہوں نے خط لکھا تو آپ نے خط میں طبقاتِ صوفیاء کا جو ذکر فرمایا، ان میں سے پہلا طبقہ یہ ہے کہ وہ شکم پُری کیلئے کوئی کام نہیں کرتے۔ میں وہی الفاظ آپ کو بتاؤں گا جو حضرت کے ہیں، اور حضرت کے الفاظ بڑے اچھے اچھے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ”صوفیائے صفِ الوفا، طالبانِ صفوةِ الوفا شکم پُری میں اور اس کے اسباب سے بے خبر رہتے ہیں لیکن کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے، کسی سے مانگتے نہیں ہیں، اگرچہ یہ کام کچھ نہیں کرتے۔“ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ انھیں مل جائے اسی پر گزارہ کر لیتے ہیں، لیکن کام کاج نہیں کرتے۔ اس کی وجہ آپ جانتے ہیں کیا ہے؟ اسکی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ صوفیاء کے اس طبقہ کا یہ نظریہ ہے کہ اگر میں پیٹ بھرنے کیلئے ۸ گھنٹے کی ڈیوٹی کروں گا تو ۸ گھنٹے تک اللہ تعالیٰ سے لو ختم ہو جائے گی..... ۸ گھنٹے تک میری توجہ کسی اور جانب چلی جائے گی۔ میں ۸ گھنٹے تک کسی اور کی طرف متوجہ ہو جاؤنگا اور صوفیاء کا یہ طبقہ چاہتا ہے کہ ایک لمحہ کیلئے بھی اللہ تعالیٰ سے توجہ نہ ہٹے۔ اس لئے وہ کام کاج کرتے ہی نہیں..... وہ کام کاج سے دور رہتے ہیں، اگر ان کو کوئی لا کر دیدے تو کھا لیتے ہیں نہ دے تو کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ اب ذرا اس نظریے کی تائید قرآن و حدیث سے ہونی چاہیے تاکہ کوئی انگشت نمائی نہ کرے کہ مخدوم پاک نے صوفیاء کا جو پہلا طبقہ بیان کیا ہے یہ تو صحیح نہیں ہے، کام کاج ہی نہیں کرتے۔ میں قرآن مجید سے اسکی مطابقت بتاتا ہوں۔ قرآن پاک کی جن آیات کی میں نے تلاوت کیں، وہ آیات سورہ منزل کی ۸ اور ۹ نمبر

آیات ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا.

اپنے رب کے نام کو یاد کیجئے اور ہر ایک سے منقطع ہو کر اسکی طرف متوجہ ہو جائیے یعنی ہر ایک سے منقطع ہو جائیے اور ہر ایک سے رشتہ کاٹ لیجئے اور کاٹ کر صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیے، اگر آپ ہر ایک سے منقطع ہو گئے تو کس کی جانب متوجہ ہونگے۔ اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں تعارف پیش کرتا ہے:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ

جس کی جانب تمہیں متوجہ کیا جا رہا ہے، جس کی جانب تمہیں مدعو کیا جا رہا ہے وہ مشرق کا بھی رب ہے اور مغرب کا بھی رب ہے۔ وہ مشرق اور مغرب دونوں کا رب ہے، اور وہ ایک ہی ہے، لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ اور وہ ایک ہی ہے، جانتے ہو جب وہی مشرق کا بھی رب ہے، مغرب کا بھی وہی رب ہے تو

فَاتَّخِذْهُ وَ كَيْلًا

تو اس تنہا کو اپنا وکیل بنا لو۔

سب سے رشتہ کاٹ لو اور تنہا سے اپنا وکیل بنا لو۔ ذرا اس آیت کریمہ میں لفظ تَبَتَّلْ کو سمجھیے وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ کس کو کہتے ہیں۔

علامہ بیضاوی نے تفسیر بیضاوی میں اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَ انْقَطَعَ اِلَيْهِ بِالْعِبَادَةِ وَ جَرَّدَ نَفْسَكَ عَمَّا سِوَاهُ.

فرماتے ہیں تبتل کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کیلئے سب سے منقطع ہو جاؤ اور اپنی ذات کو اس کے سوا سب سے خالی کر لو۔

یہ جملہ ذرا غور سے سنیں، تبتل کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کیلئے سب سے منقطع ہو جاؤ، اپنی

ذات کو خالی کر لو..... اپنی ذات میں تہجر دے آؤ..... اپنی ذات میں کسی کو اگر بسانا ہو تو وہ صرف اللہ وحدہ لا شریک ہے، اسکے علاوہ کسی کو نہیں۔ ”عَمَّا سِوَاہُ“ اللہ کے سوا باقی کو دل سے نکال دو۔

تَبَتُّلٌ كَامِفْهُوم

علامہ بیضاوی نے وَ تَبَتُّلٌ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ دو ہیں۔

(۱) ایک تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو ماسوا اللہ کے خالی کرنا، لہو و لعب کیلئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ہو۔

(۲) اپنی ذات میں تہجر دلانا ہے۔ تہجد کا ایک سادہ مفہوم یہ سمجھ لیں کہ شادی نہ کرو، اپنی ذات کو خالی رکھو، اگر اپنی ذات کو خالی رکھنا ہے تو صرف اور صرف اللہ وحدہ لا شریک کیلئے۔ وَ تَبَتُّلٌ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کا یہ پہلا مفہوم ہے۔

علامہ نظام الدین نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن میں وَ تَبَتُّلٌ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کا مفہوم بتاتے ہوئے ایک فقرہ لاتے ہیں جو یہ ہے:

هُوَ الْاِنْقِطَاعُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی بِالْكَلِيَّةِ

اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف بالکلیہ متوجہ ہو جاؤ۔

ہر ایک سے اپنے آپ کو منقطع کر لو، اور صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اب ہمارے سامنے تہجد کے تین مفہوم آگئے۔

(۱) اللہ کی عبادت کیلئے اپنے آپ کو خالی کرو۔

(۲) اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کو اپنے دل میں بسانے کیلئے باقی ذات کو نکال دو۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ ”بالکلیہ“ یعنی مشغولیات سے اپنے آپ کو قطع کر لو، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

علامہ ابن جریر تفسیر ابن جریر میں اس کی تفسیر بہت ہی شاندار کرتے ہیں اور ان کی تفسیر بہت ہی مستند تفسیر ہے۔ تفسیر طبری جس کا اصل نام تفسیر جامع البیان ہے۔ تفسیر جامع البیان میں ”وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ“ کے بیان میں یوں ہے ”وَأَنْقَطَعَ إِلَيْهِ“ تم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور سب سے اپنے آپ کو کاٹ لو۔ ”لِحَوَائِجِكَ وَ عِبَادَتِكَ“ عبادت کیلئے اور اپنی حاجتوں کیلئے..... ایک اور لفظ کا اضافہ ہوا ہے یعنی ”حوائج“ کا۔ اب چار ہو گئے۔

(۱) یعنی اپنی ذات میں کسی کی ذات کو مت بساؤ، سوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے۔

(۲) اللہ کی عبادت کیلئے اپنے آپ کو خالی کر لو۔

(۳) بالکل یہ اپنے آپ کو دنیا سے کاٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

(۴) اور تمام حاجتوں کیلئے اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

اس کے بعد علامہ ابن جریر نے دو مثالیں دی ہیں اور دونوں مثالیں یہ ہیں۔

وَمِنْهُ قِيلَ لِأَمِّ عَيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ الْبُتُولُ لِأَنْقَطَاعِهَا إِلَى اللَّهِ وَ يُقَالُ لِلْعَابِدِ الْمُنْقَطِعِ عَنِ الدُّنْيَا وَ أَسْبَابِهَا إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ قَدْ تَبَتَّلَ.

کہتے ہیں اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ عليه السلام کی والدہ ماجدہ کو بتول کہا جاتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو سب سے کاٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئیں تھیں اور مخلوق خدا میں سے کسی کی جانب متوجہ نہیں ہوتی تھیں، صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت میں مشغول ہو جاتی تھیں، اس لئے ان کا لقب بتول پڑ گیا۔ اب آپ ان باتوں پر غور کریں کہ جب آپ پیٹ بھرنے کیلئے کام کاج نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ جو دیگا وہ کھالیں گے، کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو کھانا کھلائے گا اور آپ کو سوال کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، اللہ تبارک و تعالیٰ غیب سے آپ کیلئے رزق کا انتظام فرمائے گا۔

حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی مثال موجود ہے۔ حضرت مریم سلام اللہ علیہا نے کائنات سے اپنے آپ کو جدا کر کے مسجد کے محراب میں جا کر تنہا بیٹھ گئیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے لگیں، جب آپ چاہتیں وہیں بے موسم کا پھل کھانے کیلئے آجاتا تھا، کوئی فکر کی ضرورت نہیں تھی۔ کھانے پینے کیلئے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ بے موسم کا پھل وہاں آجاتا، سوال کیا گیا

قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنِّي لَكَ هَذَا قَالَتُ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ (سورة آل عمران آیت نمبر ۳۷)

اے مریم یہ جو تیرے پاس پھل آجاتے ہیں کہاں سے آتے ہیں، آپ نے جواب دیا

قَالَتُ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

یہ اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔

اتنے میوے اللہ کی طرف سے کیوں آرہے ہیں، یہ غذا کیوں آرہی ہے، اس لئے کہ انہوں نے ساری کائنات سے اپنے آپ کو کاٹ کر اللہ کی طرف خود کو متوجہ کیا۔ وَ تَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا۔ سب سے پہلے اپنے آپ کو کاٹ کر اللہ کی طرف متوجہ کیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ غیب سے ان کے حجرے میں کھانے کا سامان بھیج رہا ہے۔ تَبَتَّلْ کے اس مقام پر جب بندہ پہنچتا ہے تو یہی حال ہوتا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے دوسری مثال یہ دی کہ ایک عابد جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کی خاطر..... اللہ تبارک و تعالیٰ کی ریاضت کی خاطر..... دنیا اور اس کے اسباب سے اپنے آپ کو کاٹ لیتا ہے اور اس کے پیش نظر صرف اور صرف ایک بات ہوتی ہے کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے..... اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں گے تو کلام عرب میں اس کیلئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے کہ قَدْ تَبَتَّلَ اس نے سب سے اپنے آپ کو منقطع کر لیا۔

یہ دو مثالیں انہوں نے دی ہیں۔ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی مثال اور ایک عابد جو ہر ایک

سے رشتہ کاٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے آپ کو متوجہ کر لیتا ہے، قرآن پاک کی اس آیت وَ تَبْتَئِلُ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً سے صوفیاء کے اس پہلے طبقے پر روشنی پڑ رہی ہے۔ مخدوم پاک نے فرمایا کہ صوفیاء کا پہلا طبقہ جو شکم پُری میں اور اسکے اسباب سے بے خبر ہے اور اسکی جانب نہیں جاتے ہیں..... کام کاج کی طرف بھٹکتے نہیں ہیں..... کوئی لا کر دے تو کھا لیتے ہیں اور نہ دے تو کوئی پرواہ نہیں۔ اللہ اللہ میں مشغول رہتے ہیں..... مصروف رہتے ہیں۔ اب دیکھنا ہوگا کہ اس آیت کریمہ کے بعد کہ کیا نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی ذات میں اسکی مثال موجود ہے۔

تبتل کی دو مثالیں

آئیے دو مثالیں میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تَبْتَلُ کو اپنا یا ان کا کوئی مکان نہیں تھا..... رہنے کیلئے کوئی گھر ہی نہیں تھا..... آپ کے پاس پانی پینے کیلئے صرف ایک پیالہ تھا، اسے اپنے ساتھ رکھتے تھے، پانی پینے کو جی چاہتا تو اس میں پانی ڈالتے اور پی لیتے تھے۔ صوفیاء کا پہلا طبقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نقش قدم پر چل رہا ہے، کچھ سامان ساتھ میں نہیں رکھتے، سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں قربان کر کے صرف اللہ اللہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن چلتے چلتے ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں دیکھا کہ ایک شخص دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر پانی پی رہا ہے، آپ نے سوچا اچھا اس طرح بھی پانی پیا جاسکتا ہے، اگر اس طرح پانی پیا جاسکتا ہے تو میں پینے کیلئے پیالہ کیوں رکھوں، چلو اس کو بھی صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے پانی پینے کا پیالہ بھی صدقہ کر دیا اور کہا کہ پانی پینے کا ایک طریقہ جب سامنے آ گیا تو میں اس طریقے سے پانی پیا کرونگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں تَبْتَلُ کی نظیر موجود ہے۔ میرے نبی ﷺ کی زندگی میں تَبْتَلُ کی نظیر موجود ہے۔ بخاری شریف باب الوحی سے

حدیث غارِ حراء اٹھائیے، یہ طویل حدیث ہے۔ نبی کریم ﷺ زاہد اور لے کر غارِ حراء میں چلے جاتے اور کئی کئی دن مخلوق سے منقطع ہو کر اللہ اللہ کرتے تھے، یہ تَبَتُّل کی مثال ہے کہ غارِ حراء میں جاتے تھے اور جانے کے بعد اللہ اللہ کرتے تھے حالانکہ خانہ کعبہ قریب میں ہے اور غارِ حراء کچھ فاصلے پر ہے، خانہ کعبہ جو اللہ تعالیٰ کا گھر ہے وہاں اللہ اللہ اس لئے نہیں کر رہے ہیں کہ وہاں لوگوں سے ملاقات ہو جائے گی اور میں تَبَتُّل چاہتا ہوں، کسی سے ملاقات نہیں..... میں سیدھا غارِ حراء میں جاؤں گا وہیں پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی بجا لاؤں گا۔ نبی کریم ﷺ کی یہ زندگی تَبَتُّل کی بہترین مثال ہے، ہر سے منقطع ہو جاتے ہیں اور منقطع ہو کر وہیں اللہ اللہ کرتے ہیں۔ وَ تَبَتُّلٌ إِلَيْهِ تَبَتُّلًا کی یہ بہترین مثال ہے۔ شادی کرنے کے باوجود آپ ہر ایک سے منقطع ہو کر غارِ حراء میں گئے، یہ تَبَتُّل کی بہترین مثال ہے۔ آپ نے دیکھا کہ قرآن و حدیث سے وَ تَبَتُّلٌ إِلَيْهِ تَبَتُّلًا کی جو مثال ہمارے سامنے آئی وہ صوفیاء کے پہلے طبقے کی حمایت کرتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے جو مثال ہمارے سامنے آئی، اس سے بھی صوفیاء کے پہلے طبقے پر روشنی پڑ رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے جو غارِ حراء کی حیاتِ طیبہ ہے، اس سے بھی جو مثال آرہی ہے، صوفیاء کے پہلے طبقے پر روشنی پڑ رہی ہے۔

تَبَتُّل اور حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ

تَبَتُّل کا مفہوم آپ نے سمجھ لیا کہ سب کو خیر باد کہہ دینا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے..... اللہ تعالیٰ کی محبت کیلئے ہر ایک سے جدا ہونا ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں یہ بتائیے کہ مخدوم پاک نے سلطنت کو چھوڑا کس کیلئے؟ آپ کہیں گے تَبَتُّل کیلئے یا پھر میں یہ جملہ یوں کہتا ہوں کہ حضرت مخدوم اشرف کا سلطنت چھوڑنا تَبَتُّل ہے..... وطن کو خیر باد کہنا تَبَتُّل ہے..... آپ کا عزیز واقارب کو خیر باد کہنا تَبَتُّل ہے..... مخدوم اشرف سمنانی کا شادی نہ کرنا تَبَتُّل ہے۔ اب

کوئی اعتراض مت کرنا کہ مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے شادی کیوں نہیں کی۔ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کی پوری زندگی کا اگر جائزہ لیا جائے تو بلا جھجک یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ صوفیائے کرام کے اس پہلے طبقہ میں علی وجہ الکمال شامل ہیں اور آپ نے تَبَسُّلُ کا اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب دیکھا کہ مریم سلام اللہ علیہا کے پاس بے موسم پھل آجاتا ہے..... بے موسم غذا آجاتی ہے تو آپ سمجھ گئے کہ یہاں میں دعا کروں گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ بیٹا دیگا۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ط قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (سورة آل عمران آیت نمبر ۳۸)

ترجمہ: اس وقت زکریا نے دعا کی اپنے رب سے، عرض کی: اے میرے رب! مجھ کو عطا فرما اپنی طرف سے پاک اولاد، بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔ (اشرف البیان)

إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَ سَيِّدًا وَ حَصُورًا وَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ. (سورة آل عمران آیت نمبر ۳۹)

ترجمہ: کہ اللہ تمہیں بشارت دیتا ہے یحییٰ کی جو تصدیق کرنے والا ہوگا اللہ کے ایک کلمہ (عیسیٰ) کی اور سردار اور عورتوں سے بے رغبت والا اور پیغمبر نیکو کار میں سے۔ (اشرف البیان)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفتوں میں سے ایک صفت آپ کا حصول ہونا ہے اور حصول ایسے شخص کو کہتے ہیں جو عزت اور عفت کی خاطر عورتوں سے جدا رہے، اور شادی نہ کرے۔ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ میں یہ بات موجود تھی، تو گویا مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کا شادی نہ کرنا حصول حصول کیلئے بھی ہے۔

اب یہ مفہوم سمجھ گئے تو آپ تھوڑا سا اور آگے چلئے۔ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے اس پہلے

طبقہ میں ایک قید لگائی ہے، ایسا نہیں کہ تَبْتُلُّ کے جوش میں آ کر نوکری چھوڑ دیں، کاروبار چھوڑ دیں اور اسکے بعد کسی کے دروازے پر بھیک مانگنے چلے جائیں، یہ نہیں ہونا چاہئے۔ آپ نے یہ شرط لگائی اور فرمایا کہ تَبْتُلُّ کے مقام پر جو صوفیاء ہوتے ہیں وہ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

میں ایک مثال دیتا ہوں۔ حضرت داتا گنج بخش علی جویری رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ آذر بایجان جا رہے تھے، جب چلے تو ایک ایسے مقام سے آپ کا گزر ہوا، جہاں پر کسان اپنے کھیت سے غلہ کاٹ رہے تھے اور وہاں پر کچھ درویشی لباسوں میں ملبوس لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے کاسہ پھیلائے کھڑے ہیں؛ داتا صاحب کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ لباس تو درویشوں والا زیب تن کیا ہوا ہے لیکن یہ عادت ان کی صحیح نہیں ہے۔ داتا صاحب کو بڑی حیرانگی ہوئی کہ یہ بڑے عجیب لوگ ہیں؛ لباس صوفیاء میں ہیں اور آگے کاسہ پھیلائے کھڑے ہیں؛ بس انہوں نے اپنے پیر و مرشد سے پوچھا، حضرت یہ کون لوگ ہیں جو لباس صوفیاء میں ہونے کے باوجود کاسہ پھیلائے ہوئے ہیں، ان کے پیر و مرشد نے جواب دیا یہ ایسے پیر کے مرید ہیں کہ جن کے پیر صاحب کو مرید بنانے کی بڑی فکر ہوتی ہے..... ان کے اندر ایک طمع ہے..... لالچ ہے..... ان کے اندر کثیر تعداد میں مرید بنانے کی حرص ہے تاکہ مریدوں کا اضافہ ہو جائے..... ان کے پیر کے دل میں جو لالچ ہے وہ مرید بنانے کی اور ان کے مریدوں کے دل میں جو لالچ ہے وہ تم دیکھ رہے ہو کہ کسانوں کے سامنے کھڑے ہیں۔ آپ نے بتا دیا لالچ دونوں کے دلوں میں ہے..... دونوں کے دلوں میں طمع ہے۔ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ سوال مت کریں۔

صوفیاء کا پہلا طبقہ یہ ہوا کہ وہ کام کاج سے کنارہ کش اس لئے ہوتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے توجہ کہیں ہٹ نہ جائے، اس خوف سے اپنے آپ کو خالی اور عاری رکھتے ہیں

لیکن کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ اس پر بھی آپ کو قرآن پاک سے ایک دو آیات بتاتے ہوئے آگے بڑھتا جاؤں گا۔ مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کی تعلیمات ہیں اس کو غور سے سنیں گے تو بہت فائدہ ہوگا اور آج ویسے بھی کثیر تعداد میں آپ حضرات اشرفی اور غیر اشرفی موجود ہیں اور چونکہ میں بات صوفیاء کی کر رہا ہوں، صوفیائے اشرفی کی نہیں کر رہا ہوں اس لئے یہ سب کیلئے بہتر ہے اس کو آپ غور سے سنیں۔

لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے کی فضیلت

انہوں نے کہا کہ صوفیاء کا یہ طبقہ کام کاج سے اپنے آپ کو خالی رکھتا ہے لیکن کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے، قرآن میں اس کی بھی بہت تعریف ہے کہ کسی سے سوال مت کرنا، مرجانا کسی سے سوال مت کرنا، چنانچہ آپ قرآن پاک پڑھیے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فقراء کی تعریف کی ہے۔ اب میں آپ کو تَبَسُّلُ سے آگے بڑھا رہا ہوں لیکن یہ بھی اسی کا حصہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ. (سورة البقرة آیت نمبر ۲۷۳)

ترجمہ: خیرات فقیروں کیلئے ہے جسے اللہ کے راستے میں روک دیا گیا ہو، طاقت نہیں رکھتے سفر کرنے کی زمین میں، انہیں امیر سمجھتے ہیں نادان لوگ، طمع نہ کرنے کے سبب سے، تو اسے پہچانے گا اسکی صورت سے، سوال نہیں کرتے لوگوں سے گڑگڑا کر، اور جو تم مال میں سے خرچ کرتے ہو پس بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔ (اشرف الہیان)

دیکھیے اللہ تبارک و تعالیٰ صوفیاء کے اس طبقہ کی تعریف فرما رہا ہے کہ ان فقراء کو جن کو اللہ کے راستے میں روک دیئے گئے ہوں، محصور ہو گئے ہوں، اب وہ کام کاج کیلئے آگے نہیں جاسکتے،

ان فقراء کو جو غریب ہیں جو تم سے سوال نہیں کرتے، لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا . گرو گرو کر تم سے سوال نہیں کرتے تمہارے سامنے آ کر آہ وزاری کر کے سوال نہیں کرتے تمہارے سامنے آہ و بکاء کر کے سوال نہیں کرتے۔

الحاف کہتے ہیں گڑ گڑانے کو..... الحاف کہتے ہیں گریہ زاری کر کے سوال کرنے کو..... وہ سوال نہیں کرتے ہیں..... اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اے مسلمانو! تمہیں اگر ہم نے مال دی ہے تو اس مال کو ایسے فقراء پر خرچ کرو۔

وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

خیر سے مراد یہاں مال ہے، تمہارے پاس جو مال ہے وہ ان صوفیاء پر خرچ کرو کہ جو تم سے آ کر سوال نہیں کرتے، جو تم سے مانگتے نہیں..... جو تم سے آ کر فریاد نہیں کرتے..... ان صوفیاء پر اپنے مال کو خرچ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے صوفیاء کی تعریف کی ہے، جو کام کاج سے اپنے آپ کو فارغ رکھتے ہیں اور اسکے بعد کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے یہ تو قرآن کریم کی آیت میں ہے۔

اب میرے آقا ﷺ کا فرمان بھی سن لیں۔ سب سے پہلے میں بخاری شریف کی روایت سناتا ہوں۔ کتاب الزکوٰۃ میں یہ حدیث ہے البتہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے بھی ان میں سے ایک حدیث کو اپنے خط میں لکھا ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک دفع حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے ایک واقعہ ہمیں بتانا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک صبح میں جب گھر میں بیدار ہوا تو میں نے جب اپنی اہلیہ سے کہا کہ کچھ کھانے کیلئے ہے تو لاؤ، وہ کہنے لگیں کہ کچھ نہیں ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ مجھے بہت شدت کی بھوک لگ رہی ہے، گھر میں کچھ نہیں ہے، میں نے پیٹ پر پتھر باندھ لیا۔ میری اہلیہ کہنے لگی کہ پیٹ پر پتھر باندھنے کی کیا ضرورت ہے، آپ نبی کریم ﷺ کی

بارگاہ میں جائیے وہاں جا کر سوال کیجئے، آپ نے سوچا کہ چلو یہ کہہ تو صحیح رہی ہے کہ اگر میں وہاں جا کر فریاد نہ کروں تو کہاں جا کر فریاد کروں گا، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پتھر کو ہٹایا اور سرکار کی بارگاہ میں پہنچا، ابھی میں نے سرکار سے کچھ کہا نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے ہی اپنے صحابہ کو درس دیتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اے میرے غلامو! جو شخص سوال کرنے سے اپنے آپ کو بچائے گا اللہ خود بھی اس کو بچائے گا، اس کو سوال کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ درس دے رہے تھے اور میں تو گیا ہی تھا سوال کرنے کی نیت سے، میں خاموش بیٹھا رہا، جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری بات کر لی تو میں کھڑا ہو گیا اور آقا سے عرض کرنے لگا، آقا میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں آج کے دن سے لے کر میرے انتقال کے دن تک میں کسی سے نہیں مانگوں گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ کر کے دکھا دیا کہ اسکے بعد سے بھوکے کئی کئی دن رہ جاتے لیکن کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا یا۔ بخاری شریف کی کتاب الزکوٰۃ میں یہ حدیث موجود ہے۔ اس حدیث شریف کو حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے بھی خط میں لکھا ہے اور اس دلیل کے طور پر کہ صوفیاء کا طبقہ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا ہے۔

اس سے تھوڑا آگے ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں درس دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے لوگو! میں تمہارے لئے یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ تم جنگل میں چلے جاؤ اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر اسکی گھڑیاں بناؤ اور اپنے کندھوں پر رکھ کر بازار میں بیچو۔ اسکے بعد کچھ پیسے تمہیں مل جائے تو اس سے اپنے گھر کا خرچہ پورا کرو۔ بجائے اس کے کہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤ..... کسی سے سوال کرو..... جس سے سوال کرو گے پتہ نہیں وہ تمہیں دیگا یا نہیں، لیکن اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے ہاتھ سے روزی کماؤ، کسی سے سوال مت کرو۔

اس سے پہلے نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کا واقعہ ہے۔ حکیم بن حزام ؓ بہت مشہور صحابی ہیں یہ حدیث بھی میں بخاری شریف سے نقل کر رہا ہوں۔ حضرت حکیم بن حزام ؓ کہتے ہیں کہ میں نے آقا سے کچھ مانگا، آقا نے دے دیا، پھر میں نے مانگا، آقا نے دے دیا، پھر میں نے مانگا، پھر آقا نے دے دیا، تین دفعہ کے بعد جب چوتھی دفعہ مانگا تو سرکار نے فرمایا:

يَا حَكِيمُ إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَصْرَةٌ حُلُوَّةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِأَشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ.

نبی کریم ﷺ نے پھر ان کو تنبیہ فرمائی۔ سرکار فرماتے ہیں اے حکیم! یہ مال بڑا اچھا لگتا ہے..... خَصْرَةٌ حُلُوَّةٌ..... کس کو برا لگتا ہے مال..... ہر ایک کو یہ مال بڑا اچھا لگتا ہے، یہ مال اچھا بھی ہے اور میٹھا بھی ہے لیکن سنو! جو شخص اس مال کو اپنے نفس کی غنا سے لے اور بے نیازی سے لے اللہ تبارک و تعالیٰ اس مال میں برکت عطا فرماتا ہے۔

سرکار فرماتے ہیں کہ جو شخص اس مال کو نفس کی چاہت سے لے گا، اللہ تعالیٰ اس مال میں برکت نہیں دیگا پھر سرکار نے فرمایا:

وَكَانَ الَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ

اس شخص کی مثال ایسی ہے جو کھاتا جائے، کھاتا جائے لیکن اس کا پیٹ نہ بھرے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے حکیم! اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے، جب بندہ کسی کو دیتا ہے تو ہاتھ اوپر رکھتا ہے اور جب بندہ کسی سے لیتا ہے تو ہاتھ نیچے رکھتا ہے..... سرکار نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت حکیم بن حزام ؓ کہتے ہیں کہ میں نے اسی وقت آقا سے ایک وعدہ کیا کہ آج کے بعد مجھے قسم ہے جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، کسی کے آگے سوال نہیں کروں گا، کوئی لا کر دیگا تب بھی نہیں لوں گا۔ رکھ کر چلا جائے تو یہ الگ بات ہے۔ میں مانگوں گا نہیں، لیکن کوئی دینے کیلئے میرے ہاتھ میں رکھے گا تو میں لوں گا

نہیں، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اس پر پوری زندگی ثابت قدم رہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جب دور آیا تو انہوں نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ مال غنیمت میں سے یہ حصہ آپ کا نکل رہا ہے لے لیجئے، تو انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ میں نہیں لوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جب دور آیا تو انہوں نے بلا کر کہا کہ یہ مال غنیمت میں آپ کا حصہ نکلتا ہے، اس کو لے لیجئے۔ آپ نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ میں نہیں لوں گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے بلا کر کہا کہ اے حکیم! یہ آپ کا حصہ نکلتا ہے آپ اسے لے لیجئے، آپ نے کہا نہیں، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ میں نہیں لوں گا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں انتقال فرمایا۔ اس وقت تک کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا یا۔ صوفیاء کے اس طبقے پر میں روشی ڈال رہا ہوں، قرآن سے بھی اور احادیث کریمہ سے بھی، تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے جو پہلا طبقہ بیان کیا ہے وہ اپنی طرف سے بیان کیا ہے..... کوئی یہ نہ کہنے پائے کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے اپنی طرف سے بیان کیا ہے بلکہ یہ قرآن و حدیث کی عکاسی ہے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ صوفیائے کرام کی زندگی کا مطالعہ کیجئے آنکھوں سے تعصب کے پردے ہٹا کر۔ اگر تعصب کے پردے آنکھوں پر رہیں گے تو کوئی فائدہ نہیں۔ تھوڑا اور آگے چلئے، جس حدیث کی میں نے تلاوت کی تھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْئَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

یعنی کچھ لوگ ایسے بھی ہونگے جو لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں گے، مانگتے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور ان کا مانگنا بند نہیں ہوگا۔ ابھی میں نے بخاری شریف کی ایک روایت سنائی تھی کہ جو مانگنے سے اپنے آپ کو بچائے گا اللہ اسکو مانگنے سے بچائے گا اور جو

مانگنے کی طرف چلتا جائیگا وہ زندگی بھر مانگتا ہی رہے گا۔ بھکاری بن جائیگا چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص مانگتا ہی رہ جائیگا۔ ایسا شخص جو کسی کے آگے ہاتھ پھیلائے، کسی سے مانگے، سوال کرتا رہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایسے شخص کو جب قبر سے اٹھایا جائیگا تو اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا تو محشر کے تمام لوگ دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ یہ ہے وہ بھکاری جو مانگتا رہتا تھا۔

سوال نہ کرنا.... مل گیا تو کھالیں گے، نہیں ملا تو کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے۔ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے جس طبقہ کا بیان فرمایا ہے آپ کا یہ بیان قرآن و حدیث کی عکاسی ہے۔ ابھی آپ سن رہے تھے کہ حضرت سات سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے تھے اور چودہ سال کی عمر میں باقاعدہ بہترین قسم کے عالم دین ہو گئے تھے۔ چودہ سال کی عمر میں جو بہترین عالم دین ہو جائے، ان کا تصوف کا قرآن و حدیث کی گہرائی کے اعتبار سے کس قدر اعلیٰ اور ارفع ہوگا، آپ خود اس کا اندازہ لگائیے۔ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے اس طبقہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ وہ طبقہ اپنے آپ کو دنیاوی کام کاج سے خالی رکھتا ہے لیکن کسی کے آگے پیٹ بھرنے کیلئے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔

ایک اور حدیث بخاری شریف سے آپ کو بتاتا ہوں۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے ایک مرتبہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کو خط لکھا اور کہا کہ آپ کو کوئی ایسا فرمان جو رسول کریم ﷺ کی ذات کریمہ سے صادر ہوا ہو یا یاد ہو تو مجھے سنادیں یا لکھ کر بھیج دیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کردہ یہ حدیث لکھ کر بھیج دی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا** کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ، اللہ تبارک و تعالیٰ کے پسند کو بیان کر رہے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تین چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔

پہلی بات

قِيلَ وَقَالَ، ایک آدمی مسئلہ پوچھتا ہے، مسئلہ بتا دیا گیا، پھر اس جواب پر سوال کرتا ہے..... بتا دیا گیا پھر اس جواب الجواب پر سوال کرتا ہے پھر بتا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ناپسند ہے۔ آپ کو جتنے پر عمل کرنا ہے اتنا مسئلہ پوچھ لیجئے، اس سے آگے آپ کو پوچھ کر کرنا ہی کیا ہے۔ آپ قیل وقال کر کے کون سے محقق بنیں گے۔ اگر آپ کو قیل وقال کا شوق تھا تو مدرسہ میں داخلہ لے کر درسِ نظامی پڑھ لیتے۔

دوسری بات

إِضَاعَةَ الْمَالِ یعنی مال کا ضائع کرنا، یہ بھی اللہ کو ناپسند ہے، جتنا مال آپ کو ملے گا اسکا اتنا ہی حساب اللہ کی بارگاہ میں دینا پڑیگا۔ ابھی آگے میں ایک اور حدیث شریف بتاؤں گا تو اس میں یہ واقعہ آئے گا کہ جتنا مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس ہے وہ امانت ہے۔ اگر میں آپ کو امانت کے طور پر ایک لاکھ روپیہ دوں کہ آپ اسے اپنے پاس رکھ لیجئے تو آپ اسے خرچ کرتے ہوئے ڈریں گے، اگر آپ ایماندار، امانتدار ہونگے تو کہیں گے کہ بھائی یہ کسی کی امانت ہے میں اگر ایک لاکھ میں سے ہزار خرچ کرونگا تو ملانا بھی پڑیگا، میں لاکھ میں سے دو ہزار خرچ کروں گا تو ملانا بھی پڑیگا۔ آپ نے دنیا کی رکھی ہوئی امانت کی اتنی پاسداری کی۔ اللہ نے جو امانت آپ کے پاس رکھی ہے آپ نے اس کی کتنی پاسداری کی؟ اس پر غور ضرور کیجئے گا۔ جتنا مال جہاں خرچ کرنا تھا آپ نے اس سے زیادہ خرچ کر دیا اور جہاں دین کے راستے میں خرچ کرنا تھا وہاں آپ نے اپنے ہاتھ کو خالی دکھا دیا کہ ہے ہی نہیں، کہاں سے دیں، جاؤ میرا کاروبار مندا جا رہا ہے۔ دین کے نام پر مال نہیں نکلتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو اضعافِ مال بھی ناپسند ہے۔

تیسری بات

كثْرَةُ السُّؤَالِ یعنی کثرتِ سوال بھی اللہ کو ناپسند ہے۔ یہ تین چیزیں اللہ تبارک و تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

تفسیر روح البیان میں ایک صحابی کا واقعہ آیا ہے کہ وہ گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو اتفاق سے ان کے ہاتھ سے وہ چھڑی نیچے گر گئی جو گھوڑے کو آگے بڑھانے کیلئے رکھتے ہیں۔ وہ گھوڑے سے نیچے اترے اور چھڑی اٹھا کر پھر گھوڑے پر جانے لگے دوسرے صحابی وہیں پر موجود تھے تو انھوں نے کہا کہ بھائی آپ مجھ سے کہہ دیتے آپ گھوڑے پر بیٹھ چکے تھے، آپ مجھ سے کہتے ہیں آپ کو اٹھا کر دے دیتا۔ آپ نے کہا میرے ان کانوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو سنا ہے کہ کسی سے سوال مت کرنا، میں اس چھڑی کے اٹھانے کا سوال کرتا تو یہ بھی تو ایک سوال ہے، میں سوال کیسے کروں، آپ نے کہا میں نے اس لئے تم سے نہیں کہا کہ مجھے اس چھڑی کو اٹھا کر دو۔ خود نیچے اتر اور پھر اس چھڑی کو لیکر میں اوپر آیا۔

یہ واقعہ بھی پہلے طبقہ پر روشنی ڈال رہا ہے اب بات آپ کے سمجھ میں آگئی ہوگی کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے شیخ رکن الدین شہباز کو جب خط لکھا تو کہا کہ صوفیاء کا پہلا طبقہ یہ ہے جو اپنے آپ کو شکم پُری میں نہیں ڈالتے۔ اسکے اسباب کی طرف نہیں جاتے۔ اس سے بے خبر رہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ دیدے اسے کھا لیتے نہ دے تو اللہ کے ذکر سے اپنے پیٹ کو بھر لیتے ہیں۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ اللہ کے ذکر سے پیٹ کیسے بھرے گا۔ واقعی ہم تو ایسے ہو گئے ہیں کہ ہمارا پیٹ اناج سے نہیں بھرتا تو اللہ کے ذکر سے کیسے بھرے گا، جب روٹیوں سے ہمارا پیٹ نہیں بھرتا، جب چاول سے ہمارا پیٹ نہیں بھرتا تو اللہ کے ذکر سے کیسے بھرے گا لیکن ان صوفیاء کے طبقہ کی طرف جائے جنھوں نے اپنا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے لیا ہے۔

بخاری شریف میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صومِ وصال رکھتے تھے۔ صومِ وصال

جانتے ہیں کہ کہتے ہیں، صوم وصال یہ ہے کہ وقت ہو افطار نہ کرے، کل کے روزے کی نیت کر کے روزہ رکھ لے۔ اس طرح کئی کئی دن روزہ رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے جب صحابہ کرام کو دیکھا کہ میرے صحابہ کمزور ہو رہے ہیں تو پوچھا کہ کیا بات ہے تو صحابہ نے کہا کہ آقا آپ صوم وصال رکھتے ہیں تو ہم بھی رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم صوم وصال مت رکھو، اس لئے کہ جب میں صوم وصال کا روزہ رکھتا ہوں تو میرا رب مجھے کھلا دیتا ہے میرا رب مجھے پلا دیتا ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر اسکی بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اسکی کھوج لگانی چاہیے کہ اللہ کیا کھلاتا ہے، کیا پلاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی زندگی کے دو ہی حصے ہیں۔ یا تو گھر کی زندگی ہے یا باہر کی زندگی ہے، گھر میں رہتے تو ازواجِ مطہرات سامنے ہوتی تھیں، اور باہر ہوتے تو صحابہ کرام ﷺ سامنے ہوتے تھے۔ کھاتے، پیتے کہاں تھے، نہ تو آپ کے ازواجِ مطہرات نے آپ کو کھاتے دیکھا اور نہ ہی باہر کسی صحابہ نے کھاتے ہوئے دیکھا۔

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ میرا رب مجھے کھلاتا ہے۔ میرا رب مجھے پلاتا ہے، سو فیصد حق اور صحیح ہے۔ وہ کھلانا، پلانا آپ جانتے ہیں کیا ہے۔ میرے رسول ﷺ افطار کے وقت اللہ کو یاد کرتے تھے تو پیٹ بھر جاتا تھا۔ سحری کے وقت اللہ کو یاد کرتے تو بھوک ختم ہو جاتی تھی..... اللہ کے ذکر سے صوفیاء کا یہ طبقہ بھی اپنا پیٹ بھر لیتا ہے، اگر مل گیا تو ٹھیک ہے..... نہیں ملا تو ذکر الہی سے اپنا پیٹ بھرتے تھے، ذکر الہی سے اپنی بھوک ختم کرتے تھے۔ ذکر الہی سے اپنی پیاس مٹاتے تھے۔ صوفیائے کرام کا یہ طبقہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے روشنی لیکر کام کرتے تھے۔

صوفیائے کرام کا دوسرا طبقہ

اب آگے بڑھیے مختصر بتا دیتا ہوں کہ آپ تنگ نہ ہوں جائیں۔ صوفیاء کا دوسرا طبقہ یہ ہے کہ جو کام کرتے ہیں، اور اللہ کا ذکر بھی کرتے ہیں یہ بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ کام کاج کرتے رہنا اور اسکے باوجود اللہ کا ذکر کرنا، لیکن جس طرح انھوں نے پہلے طبقہ کیلئے قید لگائی تھی کہ وہ کام نہیں کرتے تو سوال بھی کسی سے نہیں کرتے۔ اسی طرح دوسرے میں آپ نے قید لگائی، آپ کا ایک ایک لفظ معنی خیز ہے۔ آپ نے جو لفظ استعمال کیا وہ یہ ہے کہ صوفیاء کا دوسرا طبقہ اشتغال کسب کرتا ہے، کسب اشتغال نہیں کرتا ہے۔ میں پھر سے دہراتا ہوں کہ آپ نے کہا کہ صوفیاء کا دوسرا طبقہ اشتغال کسب کرتا ہے، کسب اشتغال نہیں کرتا ہے۔ دونوں کے مفہوم کو سمجھتا ہوں کہ انھوں نے ایسا کیوں کہا۔

کہتے ہیں کہ صوفیاء کا یہ طبقہ اتنا ہی کام کاج کرتا ہے جس سے ان کے پیٹ کی پرورش ہو سکے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ یہ طبقہ جب کاروبار میں لگتا ہے یا کسی اور کام کاج میں لگتا ہے تو خاص طور پر اس کا خیال رکھتا ہے، کہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد ہمارے دل سے نکل نہ جائے۔ قرآن کریم ایسے مردان کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

رِجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

یہ ایسے مردانِ خدا ہیں کہ ان کی تجارت، ان کی بیع ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتیں، اور یہ انبیائے کرام کا شیوہ بھی رہا ہے۔ حضرت سلیمان عليه السلام کو پوری روئے زمین کی بادشاہت ملی۔ ہمیں تو ایک خطے کی بادشاہت مل جائے تو ہم اپنے سات پشتوں کو بیٹھ کر کھلانے کا انتظام کرتے ہیں۔ حضرت سلیمان عليه السلام کو پوری روئے زمین کی بادشاہت ملی تھی لیکن ان کا اپنا حال یہ تھا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے ٹوپی بناتے تھے اور ٹوپی بنا کر بازار میں بیچتے تھے، اور اس سے جو پیسہ ملتا خرچہ چلاتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے زرہیں بناتے تھے اور ان زرہوں کو لے

جا کر مارکیٹ میں بیچتے تھے، اس سے جو پیسہ آتا تھا خرچہ چلاتے تھے، یہ اللہ کے پیغمبر ہیں اور بادشاہ بھی۔ ان سے کسب ثابت ہے۔

پہلے طبقہ کے بیان میں، میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی کام نہیں کرتے تھے جو مل جاتا کھا لیتے تھے۔ گھر بنایا، کچھ بھی نہیں بنایا، ادھر ادھر رہتے تھے اور اب اس دوسرے طبقہ کیلئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثال موجود ہے یعنی ہر ایک کیلئے پیغمبر کی مثال موجود ہے۔ کوئی کسی کے نقش قدم پر چل رہا ہے تو کوئی کسی کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ سب پیغمبروں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کسب کر رہے ہیں۔ یہ اشتغال کسب ہے، کسب اشتغال نہیں ہے۔ کسب اشتغال کی بات میں مثال دیکر آپ کو سمجھاؤنگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام تجارت کیلئے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غار حرا میں جہاں ”تجتل“ ثابت ہے، وہاں ملک شام میں تجارت بھی ثابت ہے۔

صوفیاء کا دوسرا طبقہ وہ ہے جو کسب کرتے ہیں اور یہ کسب بھی نبیوں کے حالات زندگی سے ثابت ہے کہ کسب حضرت سلیمان علیہ السلام کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تجارت ثابت ہے۔ اتنی بات یاد رکھیے کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ سب کے سب اشتغال کسب کرتے تھے، کسب اشتغال نہیں کرتے تھے۔

اشتغال کسب کی مثال آپ سمجھ گئے، اتنا ہی کمائی کرتے تھے، اتنا ہی کام کاج کرتے تھے، جس سے اپنی پرورش کرتے، اپنی ضرورت پوری کرتے، اس سے زیادہ نہیں، اور کسب اشتغال یہ ہے کہ کاروبار میں اس قدر منہمک ہو جانا کہ اب نماز کیلئے وقت نہ ملے، یعنی مشغولیت اتنی ہوگئی کہ اب کام کرتے کرتے نماز کا وقت نہیں ملتا، اب مسجد میں جانے کا وقت نہیں ملتا، اب خانقاہ میں تربیت کیلئے جانے کا وقت نہیں ملتا، کسی پیر، فقیر سے ملاقات کا وقت نہیں ملتا، اب یہ اس

قدر منہمک ہو گئے..... اس قدر کاروبار میں چلے گئے کہ ان انھوں نے اشتغال کسب نہیں کیا، بلکہ کسب اشتغال کر لیا، اب انھوں نے مشغولیت کو کمالیا۔ اس کی مثال حدیث شریف سے دیتا ہوں۔

فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَ تَوَلَّوْا وَ هُمْ مُعْرِضُونَ.

کی تفسیر میں ثعلبہ بن حاتم انصاری کا واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کہ ثعلبہ بن حاتم انصاری نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور کہا کہ حضور دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میرے مال میں برکت عطا فرمائے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ثعلبہ! یہ دعا مجھ سے مت کراؤ، دیکھو! جتنا مال تمہارے پاس ہے اس کا ہی شکر ادا کرو تو کافی ہے۔ زیادہ مال لینے کی خواہش کرو گے تو اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکو گے۔ اس سے بہتر ہے کہ کم ہی مال رکھو، ثعلبہ بن حاتم کہنے لگے کہ ایسی بات نہیں ہے، جتنا بھی مال آجایگا میں اللہ کا شکر گزار بن کر رہوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کیلئے دعا فرمائی۔ سرکار کی دعا تھی ظاہر ہے کہ اثر ہونا ایک یقینی بات ہے۔ ثعلبہ بن حاتم کے پاس بکری کا ایک ریوڑ تھا، سرکار کی دعا سے دور ریوڑ ہو گئے پھر مدینہ میں تین ریوڑ ہو گئے۔ اب مدینہ کے میدان ان کے بکریوں کیلئے تنگ ہو گئے۔ اب یہ بکریوں کی دیکھ بھال کیلئے اس قدر منہمک ہو گئے کہ ثعلبہ بن حاتم انصاری اب باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ پہلے جماعت میں آتے تھے، لیکن اب جماعت میں نہیں آ سکتے تھے، اب یہ جماعت سے دور دور رہنے لگے۔

سرکار نے پوچھا کہ اے ثعلبہ بن حاتم کیا بات ہے، میں آج کل بیچ وقتہ جماعت میں تمہیں نہیں دیکھ رہا ہوں۔ اب صرف تم جمعہ کی جماعت میں آتے ہو۔ کہنے لگے کہ آقا میری بکریاں اتنی ہو گئی ہیں کہ دیکھ بھال میں وقت ہی نہیں ملتا۔ سرکار نے سر ہلایا اور کہا میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا کہ تم مجھ سے مال کی برکت کی دعا مت کراؤ، پھر ثعلبہ کا مال دن بدن بڑھتا رہا یہاں تک کہ اب جنگل سے صرف عید میں آتے تھے۔ جمعہ بھی گئی صرف عید کے دن آتے تھے، اور سال میں

دو دن آجاتے تھے، اور بکریوں کی دیکھ بھال میں لگ جاتے تھے، پس سرکار نے کہا کہ اے ثعلبہ بن حاتم! تم سے پہلے میں نے کہا تھا کہ مال میں برکت کی دعامت کراؤ، لیکن تم نے نہیں مانا، اب تمہارا خدا حافظ ہے۔ البتہ جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ

تو سرکار نے ایک شخص کو بھیجا اور کہا کہ جاؤ، جا کر ثعلبہ بن حاتم سے صدقہ لے کر آؤ، اس سے زکوٰۃ وصول کر کے لاؤ۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کا قاصد جب وہاں پہنچا تو ثعلبہ بن حاتم نال مثل سے کام لینے لگے، مجھے تو لگتا ہے کہ یہ تو ٹیکس ہے، مجھے لگتا ہے یہ تو ویسا ہے، مجھے لگتا ہے یہ تو ویسا ہے.... جتنی جائیداد بڑھتی ہے انسان کا دل چھوٹا ہوتا جاتا ہے، اب وہ دینے کیلئے تیار نہیں ہو رہے تھے۔ قیل وقال کرنے لگے تو قاصد نے کہا دیکھو آقا ﷺ نے ہمیں بھیجا ہے اس لئے میں آ گیا ہوں اب تم جو کچھ کہو گے میں جا کر کہہ دوں گا۔ ثعلبہ نے انکار نہیں کیا بلکہ کہا کہ ایسا کرو باقی لوگوں سے صدقات کے مال لیکر آؤ اور آخر میں آ کر مجھ سے لے لینا، جب قاصد سب سے صدقات کے مال لے لیں اور آخر میں ان کے پاس آیا اور کہا کہ اب بولو، ثعلبہ اب پھر بہانہ کرنے لگا اور کہا کہ ایسا کرو کہ بعد میں آ جانا، فی الحال میں بکریوں کی دیکھ بھال کر لوں پھر آ کر دے دوں گا۔ آپ سیدھے آ گئے اور آ کر نبی کریم ﷺ کو سب کچھ بتا دیا۔

نبی کریم ﷺ نے جب ساری بات سنی تو کہا کہ آج کے بعد سے کوئی بھی ثعلبہ سے زکوٰۃ کی وصولی کیلئے نہیں جائیگا۔ سرکار نے ناراضگی کا اظہار فرمایا، اور فرمایا کہ آج کے بعد کوئی نہیں جائیگا، چنانچہ جب تک نبی کریم ﷺ ظاہری حیات میں تھے تب تک کسی کو نہیں بھیجا۔ وہ صدقات کے مال کو بھیجتے بھی تو سرکار واپس کروا دیتے۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا دور آیا، انہوں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ قبول کر لیں، انہوں نے صدقہ کے مال کو حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ حضرت ابو بکر

صدیق ؑ نے کہا اس مال کو کیسے قبول کروں جسے اللہ کے رسول ﷺ نے ٹھکرا دیا۔ حضرت عثمان غنی ؓ کے دور میں بھیجا تو انھوں نے بھی انکار کر دیا۔

حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے صوفیاء کے دوسرے طبقہ کے بارے میں یہ کہا کہ وہ کسب میں مشغول ہوتے ہیں، مشغول کو کسب نہیں کرتے ہیں۔ اتنے ہی مشغول ہوتے ہیں کہ جتنے میں صرف اپنے پیٹ کی پرورش کر سکیں، اتنا نہیں کہ انکی مشغولیت دین سے دور کر دے..... دوسرا طبقہ سمجھ میں آ گیا تو حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کی زندگی کو جب دیکھئے گا تو انکی زندگی اس معیار پر بھی پوری اترتی ہے، کیونکہ آپ نے سلطنت اس لئے چھوڑی کہ میں اس میں مشغول ہو جاؤں گا، حالانکہ مجھے سلطنت معنوی کیلئے کام کرنا ہے، آگے بہت کچھ کام کرنا چاہتا ہوں اور اگر میں اس میں مصروف رہ گیا تو پھر ایسا مصروف رہوں گا کہ پھر مزید اور کوئی کام نہیں کر سکوں گا۔ آپکا شادی نہ کرنا پہلے طبقہ یعنی ”تہنل“ کے مطابق تھا اور دوسرے طبقہ کے مطابق سلطنت کو خیر باد کہہ دیا۔ اسکے بعد مزید دو طبقے اور بتاتے ہیں لیکن وقت زیادہ ہو رہا ہے اس لئے یہ گفتگو یہیں روکتا ہوں جسے شوق ہو وہ مکتوبات اشرفی میں سے ۳۳ واں خط کا مطالعہ کرے۔

حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کی ذات، ایک ایسی ذات ہے جن کے پاس اتنے علوم موجود ہیں، علم نجوم کی طرف جائیں تو لکھتے چلے جائیں..... علم فلکیات کی طرف جائیں تو لکھتے چلے جائیں..... روحانیت کی طرف جائیں تو لکھتے چلے جائیں..... فقہ کی طرف جائیں تو لکھتے چلے جائیں..... طب کی طرف جائیں تو لکھتے چلے جائیں..... تفسیر کی جانب جائیں تو لکھتے چلے جائیں..... آپ انکی تحریر اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو اس کا اندازہ ہوگا کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کی شخصیت جسے ہم اور آپ مانتے ہیں، کوئی عام نہیں، ان کا ایک ایک عمل، ایک ایک فعل اور ایک ایک قول قرآن و حدیث کی کسوٹی میں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ قرآن و حدیث سے ہٹ

کرا لگ ان کا قول و فعل ہو۔

راہِ سلوک کے منازل

ابتداء میں میں نے جس آیتِ کریمہ کی تلاوت کی تھی اس کے دو حصے ہیں۔

وَإِذْ كُنَّا نَسْمُو رَبِّكَ وَتَبَتَّلُ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا.

تفسیر غرائب القرآن میں ہے کہ اس حصہ میں سالک کی ہدایت کا بیان ہے، کہ سالک جب سلوک کے راستے پر چلے تو اول اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ دنیا سے اپنی توجہ ہٹائے، دنیا سے اپنے آپ کو منقطع کرے اور اللہ کی طرف لو لگائے۔ سالک کا یہ پہلا درجہ اور پہلا مرتبہ ہے، اس کے بعد آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا.

کہ رب المشرق ہے، رب المغرب ہے، اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا.

اسی کو اپنا وکیل بناؤ۔

تفسیر غرائب القرآن میں علامہ نیشاپوری نے تصوف کے مسئلہ کو بیان کر کے فرمایا کہ پھر سالک اس پہلے مرتبہ سے آگے تجاوز کر کے مرتبہ مشاہدہ کو پہنچ جائیگا، جب وہ مرتبہ مشاہدہ کو پہنچتا ہے تو مشرق میں بھی اللہ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا، مغرب میں بھی اللہ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا، پھر اس کی زبان سے بے ساختہ نکلتا ہے،

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ.

اسی کو وحدت الوجود کہا گیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہر ایک کو خدا کہنے کو وحدت الوجود کہا گیا ہے۔ اسی کو وحدت الوجود کہا گیا کہ جب نگاہ کو پاک کر لیا جائے، نگاہ کو صاف کر لیا جائے، جب نگاہ پاک صاف ہو جائے، جدھر نگاہ کیجئے اُدھر خدا کا جلوہ نظر آئیگا، اسی کو وحدت الوجود کہتے ہیں۔

مکتوباتِ اشرفی میں، میں نے اسکو ایک مثال دیکر سمجھایا تھا کہ ایک سنا رکی دوکان پر جائیے، چاروں طرف شیشے لگے ہوئے ہیں، ایک آدمی بیٹھا ہے تو چاروں اطراف بیٹھنا نظر آتا ہے، ادھر ہاتھ اٹھاتا ہے تو ادھر ہاتھ اٹھاتا نظر آتا ہے، اگر وہ کوئی چیز چوری کر رہا ہے تو سنا رک دیکھ رہا ہے کہ وہ چوری کر رہا ہے۔ ادھر کوئی بندہ کھڑا ہوتا ہے تو چاروں طرف کھڑا ہوا نظر آتا ہے۔ ادھر یہ بندہ بیٹھتا ہے تو چاروں طرف بیٹھتا ہوا نظر آتا ہے، یہ بتائیے کہ اس میں ذات کا تعدد لازم ہے یا ایک ہی ذات ہے، یقیناً آپ کہیں گے کہ ایک ہی ذات ہے، بس پوری کائنات کو جب اللہ تعالیٰ کا ولی صاف اور شفاف کر کے شیشے کی طرح بنا دیتا ہے تو جب دیوار پر نظر دوڑاتا ہے تو وہی جلوہ نظر آتا ہے، جب وہ درختوں پر نظر دوڑاتا ہے تو وہی جلوہ نظر آتا ہے، جب وہ کسی اور جانب نظر دوڑاتا ہے تو اسکو وہی جلوہ نظر آتا ہے۔ اب ایسا نہیں ہے کہ کہیں اور ذات ہو اور کہیں اور ذات ہو، بس اول و آخر وہی ایک ذات ہے۔

هُوَ الْأَوَّلُ هُوَ الْآخِرُ.

جب بندہ نگاہ کو صاف کر لے تو تَبْتُلُ سے بندہ نکل کر مشاہدہ کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے تو اسکی زبان سے بے ساختہ نکلتا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ. ہر طرف اسی کا جلوہ نظر آ رہا ہے لہذا کسی اور کو اپنا وکیل کیوں بنائیں رب نے رہنمائی کی اور فرمایا:

فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا.

تو اسی کو اپنا کارساز بنا لینا، اسی کو اپنا وکیل بنا لینا۔ یہ مقام مقامِ مشاہدہ ہے۔ آیت نمبر آٹھ میں سالک کا بیان ہے اور آیت نمبر ۹ میں مقامِ مشاہدہ کا بیان ہے۔

مقامِ مشاہدہ اور حضرت مخدوم

حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ تو یہ مقامِ مشاہدہ بھی طے کر چکے اور مقامِ سالک کو بھی طے کر چکے، جب وہ وطن کو چھوڑ کر چلے تھے تو وہ مقامِ سالک طے کر رہے تھے، جب پیر نے ان کو

جہانگیر کا خطاب دیا تو وہ مقامِ مشاہدہ طے کر رہے تھے،

ایسے عظیم بزرگ کے ہم اور آپ ماننے والے ہیں اور انہی کی نسبت سے اشرفی کہلاتے ہیں، مخدوم اشرف معمولی شخصیت نہیں ہیں، بہترین اور اعلیٰ شخصیت ہیں، جن کے ہم اور آپ ماننے والے ہیں، یہاں یہ یاد رکھیں کہ جو ولی ہوتا ہے وہ اعلیٰ وارفع ہوتا ہے۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ

مرید کو اپنے پیر ہی سے فیض ملے گا، اس لئے چاہئے کہ وہ اپنے شیخ کی جانب ہی متوجہ رہے لیکن کسی کے پیر کی توہین نہ کرے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم ہے کہ مجھے بڑا مانو لیکن سارے نبیوں کی تعظیم کرو۔ میں نبیوں کا سردار ہوں، میں نبیوں کا امام ہوں، مجھے مانو، میں امام الانبیاء ہوں لیکن سارے نبیوں کی تعظیم کرتے رہو۔

ہم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر محافل کا انعقاد کرتے ہیں تاکہ انکی شخصیت کو پہچاننے کی کوشش کریں، آپکی شخصیت علمی اور روحانی شخصیت ہے اس لئے ہم سب کو چاہئے کہ ان سے رشتہ جوڑے رکھیں۔

حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے طبقاتِ صوفیاء کے عادات و اطوار کو احسن طریقے سے طے فرمایا تھا اور طے فرمانے کے بعد جب اپنے اصل مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپکی شخصیت کو لوگوں میں خوب چمکایا، ایسے لوگوں سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے چمکانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کی اس حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، آمین۔

وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمین